تیرے لوٹ آنے تک

سلمٰی فہیم گل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تیرے لوٹ آنے تک

سلمیٰ فہیم گل

''او گاڈ! آج اخ سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا' میں نے کہا بھی تھا اس اسٹوپڈ سے کہ مجھے دیر ہو رہی ہے مگر نہیں' یہاں ٹائم کی پروا کسے ہے؟ ہر کوئی اپنی ہی چلاتا ہے۔ جو دل چاہے گا وہی کریں گے جب دل چاہے گا تب ہی جان چھوڑیں گے۔ اب میں تو پھنس گئی ناں' یہاں کون بچانے آئے گا مجھے۔ ویسے تو ہر کوئی دوستی دوستی کی رٹ لگائے رکھتا ہے لیکن کہاں گئے دوست؟ اور کہاں گئی ان کی نام نہاد دوستی۔ ہنہ سب نام کے ہیں' وقت آنے پر سو قدم پیچھے کھڑے ہوتے ہیں' یا اللہ بچانے' جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو...... جل تو جلال......'' وہ حسب معمول لیٹ تھی اور اپنی غلطی کو دوسروں پر ڈالتے ہوئے خود کو ہی اپنی بے گناہی جتا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ حسب معمول بڑبڑانے کا عمل ہنوز جاری تھا۔ جل تو جلال کا ورد بھی جاری وساری تھا۔ آفس کا تمام اسٹاف چونکہ اس کی نادانیوں بلکہ کوتاہیوں سے خوب واقف تھا اسی لیے بنا اس کی جانب توجہ دیے اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے۔ وہ اچھی خاصی کلاس لے لیتی خود کو نظر انداز کیے جانے پر' مگر وہی بات کہ اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا تھا تو کسی اور جانب کیا خاک توجہ دی جاتی۔

''میں کم ان اخ...... سر......'' اس نے فوراً اپنی زبان دانتوں تلے دبائی اور ہلکا سا دروازہ کھول کر سر اندر کیا۔ میٹنگ روم میں موجود نفوس پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے منمناتے ہوئے اجازت طلب کی تھی' سب ہی نے ایک پل کو مڑ کر دیکھا تھا' دوسرے ہی پل چہرے واپس موڑ لیے۔ اس نے ان سب پر سرسری سی نظر ڈالی اور بگ باس کی جانب نگاہ کی جو آل ریڈی خشمگیں نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے اشارے سے اجازت طلب کی تھی۔

''اب بھی کیا آپ کو انویٹیشن کی ضرورت ہے' مس ظعینہ بخاری صاحبہ؟'' کڑے انداز میں طنزاً کہا تو وہ بظاہر شرمندہ سی سر جھکا کر سست روی سے اندر چلی آئی اور ان کے چیئر کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

''کائنڈلی اپنی سیٹ پر بیٹھ جایئے مس ظعینہ' پلیز۔'' دبے دبے لہجے میں چبا چبا کر ادا کیے گئے لفظوں میں ان کا خوف ناک غصہ اور طنز پنہاں تھا۔ غالباً میٹنگ میں بیٹھے نفوس کی وجہ سے کنٹرول کر رہے تھے۔ ظعینہ نے ایک دم بوکھلاتے ہوئے اپنی چیئر سنبھالی تھی۔

''میرے کیبن میں آؤ۔'' میٹنگ کے اختتام پر سب کے جانے کے بعد وہ کڑے تیوروں سے اس سے مخاطب ہوئے اور بنا اس کی جانب دیکھے ہوئے بڑے بڑے ڈگ بھرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اس نے بھی بوکھلاتے ہوئے بیگ کندھے پر رکھا اور تیزی سے ان کے پیچھے لپکی۔

''آئی ایم سوسوری سر میں......'' اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی تو ارہانے غصے سے پلٹ کر دیکھا۔

''سوری! واٹ سوری ظعینہ' اتنی لاپروا اور ان ریسپونسیبل ہو تم' آئی ڈونٹ بلیو دس۔ اگر پہلے پتا ہوتا تو تمہیں پریفر کرنے سے قبل سو دفعہ سوچتا۔ مگر نہیں' ہمیشہ صحیح وقت پر غلط فیصلہ کرتا ہوں۔ اس وقت بھی میرے پاس بہت اچھا ایمپلائر اپائنٹ...... لیکن نہیں۔'' اس نے ایک پل کو اپنے لب بھینچے تھے۔'' اس پر بھی میں نے تمہیں ترجیح دی تھی۔ کیوں؟ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو' مگر آئی تھنک میں غلط تھا۔ اگر اس وقت تمہاری جگہ کسی ذمہ دار انسان کو اپائنٹ کرتا تو آج مطمئن ہوتا' تمہیں پتا تھا کہ اتنی امپورٹنٹ میٹنگ ہے ہماری' پھر بھی تم اتنی لیٹ ظعیعہ کیوں؟''

"آئی ایم رئیلی سوری اخ...... سوری سر۔" اس نے فوراً زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔

"لیکن آپ تو جانتے ہیں' مجھے یونیورسٹی بھی جانا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی آفس آتی ہوں' اب کبھی کبھی دیر تو......!"

"کبھی کبھی ظعینہ کبھی کبھی جب سے تم نے آفس جوائن کیا ہے تب سے ہر روز لیٹ ہوتی ہو' کبھی کبھی کا تو سوال ہی نہیں۔ میں نے تمہیں فورس کیا تھا ناں' آفس جوائن کرنے کو' او کے آج میں ہی کہتا ہوں اگر تم اپنی ذمہ داری نہیں نبھا سکتیں تو میں......"

"نن...... نہیں اخ اینڈ آئم سو سوری' میں جانتی ہوں آپ میری وجہ سے ڈس ہارٹ ہو رہے ہیں' لیکن آئی پرامس اخ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں جانتی ہوں' آپ میرے فائدے کے لیے ہی سوچتے ہیں' آپ کے ہر فیصلے میں میرا فائدہ ہی ہوتا ہے' میں پوری کوشش کروں گی آپ کی امیدوں پر پوری اتروں۔" توارہا کو مایوس دیکھ کر اسے بہت ندامت محسوس ہوئی تھی اسی لیے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ توارہا زیر لب مسکرایا۔

"ابھی بھی کوشش کروں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب پلٹا اور اس کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے گویا ہوا۔

"او...... تھینک گاڈ اخ' آپ نے سائل تو کی' جانتے ہیں جب آپ غصے میں ہوتے ہیں تو میرے منہ سے الفاظ ہی نہیں نکلتے' ایسا لگتا ہے میں اپنے سویٹ سے اخ سے نہیں بلکہ ہلاکو خا...... سوری......" توارہا کے گھور کر دیکھنے پر اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی' توارہا نے محظوظ کن انداز میں بمشکل اپنی امنڈ آنے والی مسکراہٹ کو روکا اور گہری سنجیدگی سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"اب کچھ کام کرلیں؟"

"لیس سر۔" اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے وہ بھی ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھی۔

⟡..........◯..........⟡

"یار مجھے سمجھ نہیں آتی آخر تمہیں پرابلم کیا ہے؟ کیوں ہاتھ دھو کر اس بے چارے کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔ غلطی تو ہو ہی جاتی ہے تم تو جان لینے کے در پر ہوگئی ہو۔ چھوڑو ناں یار اس نے اتنی بڑی غلطی بھی نہیں کی کہ تم......"

"تم تو چپ ہی رہو امن کی فاختہ۔ تمہارے نزدیک کوئی بھی غلطی بڑی نہیں ہوتی۔ کوئی بھی قصور وار نہیں ہوتا۔ جتنے بھی عالی شان فرمان ہیں تمہارے' وہ مجھے اچھی طرح ازبر ہیں۔ اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے دوبارہ سے دہرانے کی اور جہاں تک اس بے چارے کی بات ہے تو میں تو ہرگز نہیں چھوڑنے والی' تمہارے اس بے چارے کو' سمجھتا کیا ہے خود کو' منہ لے کر جان نکال دی ہماری' اگر کچھ ہو جاتا تو......؟"

"ہو جاتا ناں' ہوا تو نہیں' ٹھیک ٹھاک تو ہو تم' پھر اتنے ہنگامے کی کیا تک ہے ظعینہ؟" ایک تو آغا مینا کو بہت تکلیف ہو رہی تھی اوپر سے ظعینہ کا شور شرابا اسے مزید ٹینس کر رہا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ مگر تم اپنی حالت تو دیکھو' کتنی زخمی ہوگئی ہو' وہ تو شکر کرو کوئی ہڈی وڈی نہیں ٹوٹی' اگر ایسا کچھ ہوتا تو میں اس نک چڑھے پر گاڑی چڑھا دیتی۔ جاہل کہیں کا' سمجھتا کیا ہے خود کو؟ اچھی بھلی چلتی پھرتی لڑکی کو پیشنٹ بنا دیا اور تم کہہ رہی ہو سب ٹھیک ہے۔ تم دیکھنا کیا کرتی ہوں میں اس کے ساتھ۔ ابھی جانتا نہیں ہے ظعینہ بخاری ہے کیا چیز؟" آغا مینا نے اس کے انداز پر بمشکل ہنسی ضبط کی' تبھی اس کی نظر ظعینہ کے پیچھے کھڑے سنجیدہ اور بارعب سے شخص پر پڑی' اس نے ظعینہ کو اشارے سے بتانا چاہا مگر وہ صدا کی بے وقوف احمقوں کی طرح اس کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آغا مینا کا اپنا سر پیٹ لینے کو جی چاہا تھا۔

"آئی ایم رئیلی سوری مس ظعینہ بخاری صاحبہ' اگرچہ اس میں میری غلطی قطعی نہیں لیکن میں پھر بھی آپ سے معذرت خواہ ہوں' اگین سوری۔" اس کی بارعب اور انتہائی سنجیدہ آواز پر ظعینہ ایک دم اچھلی اور پلٹ کر دیکھا' خود کو سنبھالنے میں اسے ایک پل لگا۔

"آہا...... واہ کیا بڑا پن ہے آپ کا مسز عظیم ہیں آپ ریئلی ورنہ اتنا گریٹ کون ہوگا جو اپنی ہی غلطی پر معذرت خواہ ہو اور رعب جماتے ہوئے سوری کہہ رہا ہو۔" گہرے طنزیہ انداز میں اس نے ایک ایک حرف پر زور دیا۔ سامنے والے نے بمشکل خود کو کچھ بھی سخت کہنے سے روکا تھا۔

"دیکھیے محترمہ آپ بلاوجہ بات کو بڑھا رہی ہیں حالانکہ کوئی اتنا بڑا حادثہ نہیں ہوا جس پر آپ......"

"اتنا بڑا حادثہ نہیں ہوا؟ ایکسکیوزمی مسٹر میری دوست یہاں ہاسپٹل کے بیڈ پر پڑی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں اتنا بڑا حادثہ نہیں ہوا۔ جس پر میں خوامخواہ ہنگامہ کررہی ہوں آپ کے نزدیک یہ کوئی حادثہ ہی نہیں ہے۔ امیزنگ ریئلی امیزنگ۔" اس کے اتنی حیرانگی سے کہنے پر وہ ایک پل کو شرمندہ سا ہوا۔

"قطعینہ! بس کرو اب کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔ آئی ایم پرفیکٹلی آل رائٹ اوکے۔"

"تم چپ رہو امن کی فاختہ۔" اس کی بات پر وہ چونکا اور دل ہی دل میں اسے سراہا تھا۔

"واہ کیا بات ہے ایک امن کی فاختہ اور دوسری جنگ کا ڈنکا انٹرسٹنگ۔" آغا مینا کو وہ امن کی فاختہ کہہ رہی تھی اور اسے وہیں کھڑے کھڑے اس نے نام دے دیا تھا مگر صرف دل ہی دل میں گو اس کی باتوں پر اس کی زبان میں گدگدی ہو رہی تھی لیکن جو امپریشن اس کا ان دونوں پر پڑ چکا تھا فی الحال اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اپنا اصلی روپ دکھانے کا۔ اس لیے مزے سے ان دونوں کی گفتگو انجوائے کررہا تھا۔

"ایکسکیوزمی اگر آپ دونوں کی باتیں ختم ہوگئی ہوں تو کیا میں جاسکتا ہوں؟" اپنا نظر انداز کیا جانا غالباً اسے کچھ پسند نہیں آیا تھا۔ اسی لیے درمیان میں بول کر بظاہر خود کو بڑا بےزار سا ظاہر کیا اور اس کے چہرے پر چھائی مصنوعی بےزاریت کا ہی اثر تھا کہ دونوں نے اپنی بات بیچ میں ہی چھوڑ کر خاصی حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

”کس خوشی میں؟“ طعینہ نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں استفسار کیا۔ وہ اس کے انداز پر دل ہی دل میں خاصا محظوظ ہوا۔

”دیکھیے مس‘ میں بہت لیٹ ہو رہا ہوں۔ مجھے بہت ارجنٹ کہیں جانا ہے۔“ اپنے چہرے پر بے زاریت طاری کرنے میں اسے ایک پل لگا تھا۔

”بھول جایئے‘ جب تک آپ ہم سے معافی نہیں مانگ لیتے‘ یہاں سے ہل بھی نہیں سکتے۔“ اس نے چونک کر بغور اس کی جانب دیکھا۔ اسے اس کی دماغی حالت پر شک سا ہوا تھا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں۔ اب کیا پاؤں پکڑ کر معافی مانگوں؟“ اس نے طنزاً چبا چبا کر ایک ایک لفظ پر زور دیا۔ وہ گڑبڑا سی گئی مگر پھر ڈھٹائی سے مسکرائی۔

”ناٹ آ بیڈ آئیڈیا۔“

”واٹ......؟“ وہ حیرت کی زیادتی سے چلا ہی تو اٹھا۔ دلچسپی دھری کی دھری رہ گئی تھی۔

”اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ ہم تو آپ کو بہت سستے میں چھوڑ رہے ہیں‘ محترم‘ احسان مانیے‘ ورنہ پولیس کو بلانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟“ ان دونوں کی باتوں کے درمیان خاموش تماشائی بنی آغا مینا مسلسل مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ اور وہ بے چارہ ہونق سا کھڑا سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”دیکھ کیا رہے ہیں‘ جلدی کیجیے۔ زیادہ ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس‘ اگر آپ کو فیصلہ کرنے میں دقت ہو رہی ہے کہ پہلے میرے پاؤں پکڑیں گے یا میری دوست کے تو ایک احسان میں اور کر دیتی ہوں‘ آپ پر میں آپ کو اپنے پاؤں پکڑائے بنا معاف کرتی ہوں‘ لیکن چونکہ میری چلتی پھرتی دوست کو آپ نے پیشنٹ بنا دیا ہے لہٰذا اس کا تو حق بنتا ہے اور حق لینا مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ سو پلیز ہری اپ‘ ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس......کیوں آغا مینا؟“

”بس کرو طعینہ‘ اتنا کافی ہے‘ تم تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہو۔“ اس نے فوراً زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔ طعینہ نے غور نہیں کیا ورنہ اتنی سی حرکت پر پوری تفتیش کرتی۔

”آپ پلیز جایئے‘ ایکچوئیلی یہ تھوڑی تھکی ہوئی ہے۔“ مسکراہٹ روکتے ہوئے اس نے کہا تو طعینہ حیرت کی زیادتی سے چلا اٹھی۔

”واٹ؟ میں‘ میں تھکی ہوئی ہوں‘ آغا مینا‘ میں تمہیں اُخ......“ اس سے کچھ نہ بن پڑا تو مجبوراً مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ ارقام نے بہت دلچسپی سے سرخ چہرہ لیے ناراض سی طعینہ کو نظر بھر کر دیکھا اور اجازت لے کر باہر نکل گیا‘ جبکہ طعینہ خطرناک تیور لیے اس کی جانب پلٹی تھی۔

”تم انتہائی ایڈیٹ‘ اسٹوپڈ اور بدتمیز لڑکی ہو‘ میں یہاں تمہارے لیے لوگوں سے لڑتی پھر رہی ہوں اور تم نے ایک اجنبی شخص کے سامنے میری ہی انسلٹ کر دی۔ دس از ناٹ فیئر آغا۔“

”ایم سوری طعینہ‘ لیکن یار تم خوامخواہ بات کو بڑھا رہی تھیں‘ اور بلاوجہ کسی کو روک کر اس سے ناجائز خواہش منوانا‘ آئی تھنک یہ غلط ہے اور تم ہی بتاؤ‘ غلطی اس کی تھی یا ہماری ہاں؟“ اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ نظریں چرا گئی مگر پھر ڈھٹائی سے بولی۔

”غلطی صرف ہماری نہیں تھی او کے‘ دیکھ کر ڈرائیو نہیں کر سکتا تھا کیا وہ‘ اگر ہم اس کی گاڑی کے سامنے آ بھی گئیں تھیں تو اسے تو دیکھنا چاہیے تھا ناں‘ تم مانو یا نہ مانو غلطی اس کی بھی تھی۔“ منہ بسورتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر رہی تھی اور اسے بھی قصوروار ٹھہرا رہی تھی۔ زبردستی ہی سہی۔ آغا مینا کا اپنا سر پیٹ لینے کو جی چاہا تھا۔ اس سے بحث فضول تھی‘ اس لیے وہ مزید کچھ کہے خاموش ہوگئی۔

”السلام علیکم!“ اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے باآواز بلند سب پر سلامتی بھیجی تھی۔ وہاں پر موجود تینوں نفوس چونکے تھے۔

"ارقام! واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔" ذروہ نے اٹھتے ہوئے پرمسرت آواز میں حیرت کا اظہار کیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے شرارتاً اس کے قریب جھکا اور اس نے بھی شرارتاً پرشفقت انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دعا دی تھی۔

"جیتے رہو صدا خوش رہو......"

"بس...... بس، اتنا کافی ہے اتنی بزرگی مت جھاڑیے۔ سوٹ نہیں کرتی۔ کیسی ہیں ام آپ؟" اسے چڑاتے ہوئے وہ ام کے آگے جھکا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے بیٹا، تم کیسے ہو؟ گھر میں سب کیسے ہیں؟ اور اتنے دنوں سے آئے ہوئے ہو آج توفیق ہوئی یہاں آنے کی ہاں۔" اتنے سارے سوالوں کے بعد آخر میں پورے استحقاق سے ڈانٹ پلائی تھی۔ وہ ان کے انداز پر مسکرا دیا۔

"سب ٹھیک ہیں ام! اور گھر اس لیے نہیں آیا کہ بہت مصروف تھا۔ آج ہی وقت نکال کر آیا ہوں، ورنہ آپ تو جانتی ہیں، سب سے پہلے حاضری اسی آستانے پر ہوتی ہے۔"

"ہاں...... ہاں اچھی طرح جانتے ہیں وضاحتیں دے کر بچنا تو تمہاری پرانی عادت ہے۔" ذروہ نے مداخلت کی بلکہ بدلہ لینا چاہا۔

"جی ہاں اور وضاحتوں کو خاطر میں لائے بغیر ڈانٹ کا موقع ڈھونڈنا آپ کی پرانی عادت ہے۔ کیوں چھوٹے، ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں؟" اس کی بات کا جواب دے کر اس نے ثامن کے کندھے پر ہاتھ مارا تو وہ جز بز ہوا۔

"پلیز بھائی، اب میں بڑا ہوگیا ہوں، چھوٹا مت بولا کریں۔" اس نے اچھا خاصا برا منایا اور منہ پھلاتے ہوئے گویا ہوا تو وہاں موجود سبھی قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

"کیا بات ہے ام یہ چھوٹا کچھ زیادہ ہی بڑا ہونے کی کوشش کررہا ہے؟"

"کوشش نہیں کررہا، بلکہ بڑا ہوگیا ہے، تیری طرح ایک ہی جگہ پر جم کر نہیں بیٹھا ہوا۔" سیڑھیوں سے اترتے ہوئے زادیار نے اس کا آخری جملہ سن کر با آواز بلند کہا۔ ارقام دوست کی آواز سن کر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور چند قدم چل کر اس سے بغل گیر ہوگیا۔

اتنی دیر لگادی آنے میں، کتنی دیر سے انتظار کررہا ہوں۔" پندرہ منٹ کا کہہ کر ڈھائی گھنٹے بعد آرہے ہو کہیں ٹریفک میں پھنس گئے تھے کیا؟" معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ اس کی بات پر ارقام کے ہونٹوں پر خوب صورت مسکراہٹ رقص کرنے لگی پھر فوراً ہی سنجیدہ ہوگیا۔

"نہیں ٹریفک میں تو نہیں پھنسا البتہ چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے اچھا خاصا ٹائم لگ گیا۔"

"اللہ خیر کرے، بچے ٹھیک تو ہو ناں تم...... زیادہ تو نہیں لگی ناں؟" ام نے ایک دم پریشانی سے اس کی جانب دیکھا۔ ان کے فکرمندانہ انداز پر اسے ٹوٹ کر پیار آیا۔

"نہیں ام جانی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔"

"لیکن ہوا کیسے یہ سب، تم تو بہت سنبھل کر ڈرائیو کرتے ہو؟" ذروہ کو حیرت ہوئی۔

"کبھی کبھی بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اپیا! بس اچانک ہی دو لڑکیاں گاڑی کے سامنے آگئیں اور بریک لگاتے لگاتے بھی ایک لڑکی زخمی ہوگئی۔ اسی وجہ سے ہاسپٹل میں خاصا ٹائم لگ گیا۔"

"ہوسپٹل میں...... اینی تھنگ سریس؟" وہ چونکا۔

"سریس تھا نہیں، لیکن کھینچ تان کر بنا ہی دیا گیا۔" وہ کچھ سوچ کر خوب صورت انداز میں مسکرایا۔ زادیار اس کی مسکراہٹ پر چونکا تھا۔ مگر سب کی موجودگی میں خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

"اپیا پلیز میرے روم میں چائے وغیرہ بھجوا دیجیے گا۔ ارقی کو میں روم میں ہی لے جارہا ہوں۔" سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے زادیار نے ذروہ سے کہا اور ارقام

کے پیچھے ہی سیڑھیاں چڑھ گیا۔
"ہوں...... اب بتاؤ ماجرہ کیا ہے؟" ارقام بیڈ پر نیم دراز ہوا تو زادیار اس کے سامنے رکھے صوفے پر براجمان ہوگیا۔
"بس یار ایک چھوٹے سے ایکسیڈنٹ نے امن کی فاختہ اور جنگ کے ڈنکا سے ملاقات کرادی۔ جو خاصی دلچسپ تھی۔"
"کیا مطلب؟" اس نے بھنویں اچکائیں' جواب میں اس نے پورا واقعہ جوں کا توں اسے سنادیا۔ اس کے لبوں پر بھی مسکراہٹ رینگ گئی۔ ارقام جل کر خاک ہوگیا۔
"حسرت ہی رہ جائے گی' کہ کبھی تجھے قہقہہ لگاتے ہوئے دیکھوں۔ اتنا انٹرسٹنگ واقعہ سنایا ہے تجھے اور تو...... تیری جگہ اگر کوئی اور ہوتا ناں تو ہنس ہنس کے دوہرا ہوجاتا۔ ان فیکٹ میں خود قہقہے لگانے کو بے تاب تھا۔ مگر تو صدا کا خشک مزاج مجال ہے جو......"
"یار اگر تیرا دل چاہ رہا ہے قہقہے لگانے کو تو لگالے ناں۔ میں منع تھوڑا ہی کررہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے مزید جلانے کی کوشش کررہا تھا۔
"بائی داوے جان کیسے چھوٹی تیری اس جنگجو سے۔"
"بس یار...... امن کی فاختہ نے بچالیا' ورنہ جنگ کا ڈنکا تو بجتا ہی چلا جارہا تھا۔ بڑی مشکل سے جان چھڑا کر بھاگا ہوں۔" اس کے دوبارہ اسی موضوع پر لوٹ آنے پر وہ پھر کچھ یاد کرکے مسکرایا۔
"جان چھڑا کر بھاگا ہے یا اپنا امیج برقرار رکھنے کو جان چھڑائی تھی...... ہاں۔" زادیار نے شرارت سے اس کی جانب دیکھا' وہ جھینپتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ زادیار دھیرے سے مسکرادیا۔
"بائی داوے آگے کے کیا ارادے ہیں؟ یونیورسٹی آرہے ہو یا ٹوٹلی بزنس مین بننے کا ارادہ ہے؟"
"کہاں یار' اپنی ایسی قسمت کہاں' اکلوتے ہونے کی یہی تو پرابلم ہے' ہر جگہ موجود رہنا پڑتا ہے۔ ڈیڈ کے ساتھ بزنس میں بھی ان رہنا ہے اور ڈیڈ کے ہی حکم پر یونیورسٹی بھی جانا ہے۔ اور ان دونوں ڈیوٹیز کے علاوہ ایک اور ایکسٹرا ڈیوٹی تیرا باڈی گارڈ بنے رہنے کی' اب تیرا خیال رکھنا بھی تو مجبوری ہے ناں۔ بس یار یہ ناتواں کندھے بوجھ سے جھکے جارہے ہیں' مگر اف تک نہیں کی کبھی۔"
زادیار نے اس کے انداز پر بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی اور گہری سنجیدگی سے گویا ہوا۔
"نہیں نہیں دوست' اتنی بھی مجبوری نہیں ہے' باڈی گارڈ کے عہدے سے میں تجھے فارغ کرتا ہوں۔ وہ کیا ہے ناکہ اب ضرورت نہیں رہی' اب میں بڑا ہوگیا ہوں' اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوں۔ تیرے ناتواں کندھوں سے تھوڑا سا بوجھ میں اتار دیتا ہوں۔ ڈونٹ وری۔" گہری سنجیدگی سے اپنے کف فولڈ کرتے ہوئے اس نے کن اکھیوں سے اس کی جانب دیکھا جو اس کی بات پر کھسیانا سا کان کھجانے لگا تھا۔ وہ ہلکے سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ ارقام نے خاصا برا منایا تھا۔
"تو کبھی مجھے خوش نہیں ہونے دینا۔"
"لو...... میں نے کب منع کیا ہے؟ جی بھر کر خوش ہو' بائی داوے اگر تیرا بہت دل چاہ رہا ہے میرا باڈی گارڈ بننے کا تو آئی ڈونٹ مائنڈ۔"
"شکل دیکھی ہے اپنی...... ہنہ باڈی گارڈ۔"
"کیوں کیا ہوا میری شکل کو' اچھی خاصی ہے۔" اس نے بظاہر چونکتے ہوئے قد آدم آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔
"تیری شکل کو کچھ نہیں ہوا بلکہ میں......" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتا دروازے ناک ہوا۔
"آجایئے پلیز۔" زادیار کے کہنے پر ملازمہ اندر چلی آئی اور چائے رکھ کر واپس پلٹ گئی۔ اس دوران وہ خاموش ہی رہے تھے۔
"یار ایک بات سمجھ میں نہیں آئی' تو نے مائیگریشن کیوں کروائی جبکہ وہاں بھی تو...... اور تیری وجہ سے مجھے بھی یہیں آنا پڑا۔ ایسی کیا وجہ ہے کہ تجھے......" ارقام اپنی

بات پوری کیے بنا خاموش ہوگیا تھا کیونکہ اس کی بات پر زادیار کے چہرے پر گہری سنجیدگی آن رکی تھی جسے اس نے چونک کر دیکھا تھا۔

"کیا ہوا زادیار؟"

"یہ بابا کا فیصلہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں اس یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کروں۔ حالانکہ اس بات کے پیچھے کچھ اور وجہ ہے۔ انہیں لگتا ہے جو کام اتنے سالوں میں نہیں ہوسکا وہ اب حقیقت جاننے کے بعد ضرور ہوجائے گا۔ کیونکہ اس میں میری کوشش بھی شامل ہوگی لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا' کیونکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔" اس کا انداز اٹل تھا اور ارقام اچھی طرح جانتا تھا کہ جو وہ کہتا ہے اس پر قائم بھی رہتا ہے۔ اگر اس کے بابا کے فیصلے پتھر کی لکیر ہوتے تھے تو زادیار بھی انہی کا بیٹا تھا۔

◆……◉……◆

آج لنچ کے لیے اسے اخ کے ساتھ آنا پڑا تھا۔ دو بجے میٹنگ تھی اور اخ نے اسے اکیلے لنچ کے لیے جانے سے منع کردیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے لنچ کے لیے آدھے گھنٹے کا کہہ کر وہ کئی کاموں کے پیچھے پڑ جائے گی۔ یونیورسٹی دوبارہ جانا' فرینڈز سے گپ شپ لگانا وغیرہ وغیرہ اور اس سارے پروسیس میں دو ڈھائی گھنٹے تو لازمی لگنے تھے یہی وجہ تھی کہ اخ نے اس کے ساتھ لنچ کرنے کو ترجیح دی تھی گو آفس میں بھی لنچ کیا جاسکتا تھا جیسا وہ روز کرتا تھا مگر ظعینہ کو ریسٹورنٹ کے بہانے اور بہت کچھ کرنا ہوتا تھا اسی لیے وہ ساتھ چلا آیا تھا لیکن ظعینہ کا آج کا پروگرام چوپٹ ہوگیا تھا۔ اسی لیے وہ بے زاری شکل بنائے کھانا آنے تک اردگرد کا جائزہ لینے لگی' توارہا حسب معمول سیل پر مصروف تھا۔ تبھی ظعینہ کی نگاہ کچھ دور کونے میں تنہا بیٹھی ہوئی کامنی سی لڑکی پر پڑی' گو اس کا سائیڈ پوز دکھائی دے رہا تھا اور وہ باہر دیکھ رہی تھی لیکن اسے پہچاننے میں ظعینہ کو قطعاً دقت نہیں ہوتی تھی۔

"اپیا!" توارہا اس کے اچانک بول اٹھنے پر چونکا۔

"کیا؟" حیرانی سے استفسار کیا۔

"اخ وہ دیکھیے اپیا!" اس کے لہجے میں دبا دبا جوش پنہاں تھا' توارہا نے چونک کر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ وہ یقیناً وہی تھی مکمل گرین سوٹ میں ملبوس' انگلیاں چٹخاتی ہوئی کنفیوز سی۔ اس نے نظریں چراتے ہوئے اپنا چہرہ واپس موڑ لیا۔

"تو میں کیا کروں؟" بے نیازی سے روکھے لہجے میں جواباً کہا۔

"وہ اکیلی بیٹھی ہیں اخ!" اس نے ڈھکے چھپے انداز میں کچھ احساس دلانا چاہا۔

"میں نے کہا ہے اکیلے بیٹھنے کو؟" اس کی تیوری پر بل پڑنے لگے' ظعینہ کو ڈر تو لگا ان کے متوقع غصے سے مگر مجبور تھی۔

"وہ بہت نروس لگ رہی ہیں اخ…… پلیز۔" وہ آہستگی سے منمنائی اور کن اکھیوں سے کبھی نروس بیٹھی اپیا کو دیکھتی اور کبھی پتھریلے تاثرات لیے اخ کو' جس کی تیوری پر بل گہرے ہونے لگے تھے۔

"اخ' پلیز آپ……"

"اسٹاپ اٹ ظعینہ۔"

"اوکے مت جایئے آپ' میں خود چلی جاتی ہوں۔ بائی داوے آپ نا بہت……" اس نے کچھ کہتے ہوئے یکلخت خود کو روکا۔ غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے نظر انداز کیے آگے بڑھ گئی' توارہا نے چند پل کچھ سوچا اور خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم۔" اس کے قریب پہنچ کر وہ ایک دم جوش میں بولی تو وہ جو پہلے ہی نروس سی بیٹھی تھی ایک دم ڈر سی گئی' جونہی پلٹ کر دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔

"اف……ظعینہ تم……تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔"

"اچھا' یہ نئی اطلاع ہے کیا؟" اس نے مصنوعی حیرانگی سے بھنویں اچکائی۔ وہ جھینپ سی گئی۔

"تم کبھی نہیں بدلوگی۔"

"آپ بھی کبھی نہیں بدلیں گی' ہمیشہ ڈر ڈر کر ہی رہیں گی' اگر جو ہمت دکھائی ہوتی تو آج یوں……" وہ کچھ کہتے

کہتے یکلخت رکی کیونکہ اس نے اس کی بات پر ہونٹ بھینچتے ہوئے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔ ظعینہ کو اپنے ہمیشہ بے موقع بات کرنے پر ندامت ہوئی۔ حالانکہ اس کا اسے شرمندہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''ایم سوری اپیا! میرا وہ مطلب نہیں تھا' آئم رئیلی سوری۔ آپ کو تو پتا ہے میری زبان ہمیشہ غلط وقت پر پھسل جاتی ہے اور غلطی کر جاتی ہوں لیکن......''

''اٹس او کے...... ظعینہ مجھے بالکل برا نہیں لگا۔ ڈونٹ وری۔'' وہ دھیرے سے بدقت مسکرائی۔

''تھینکس...... بائی داوے آپ یہاں اکیلی' مجھے یقین نہیں آرہا۔''

''نہیں میں اکیلی نہیں ہوں' امن ہے میرے ساتھ۔ خیر مجھے چھوڑو' تم بتاؤ آج یونیورسٹی نہیں گئی کیا؟''

''گئی تھی اپیا' روز ہی جاتی ہوں' ایکچوئیلی ان دنوں دو دو جگہوں پر اپنا آپ منوانا پڑ رہا ہے۔'' اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے قدرے افسردگی سے کہا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''مطلب یہ کہ ان دنوں یونیورسٹی کے علاوہ مجھے آفس بھی جانا پڑ رہا ہے کیونکہ......''

''آفس کیوں' ابھی تو تم......'' اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی توارہا اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا اور اسے دیکھ کر وہ ایک دم کنفیوز سی ہوگئی اور سر جھکا کر لب چبانے لگی۔ توارہا نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔

''اسے میں نے آفس جوائن کرنے کو کہا ہے۔ اسی لیے یہ آفس آرہی ہے۔'' ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

''جانتی ہو میں نے اسے آفس جوائن کرنے کو کیوں کہا؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں استفسار کیا مگر وہ ہنوز خاموش رہی۔

''کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے' دوسروں کے سامنے سر اٹھا کر مکمل اعتماد سے بات کر سکے' دوسروں کے اپنے متعلق کیے گئے صحیح اور غلط فیصلے پر آواز اٹھانے کی سکت ہو اس میں بات اعتماد سے کرے' دوسروں کی طرف مدد کے لیے نہ دیکھے۔ خود پر بھروسہ کرے' دوسروں کے سہارے پر نہ رہے' کچھ لوگوں کی طرح ہمیشہ......'' اس نے فوراً اپنے لب بھینچے چیئر پر اس کے مضبوط ہاتھ مزید سخت ہوئے تھے' اس کی پیشانی پر بل پڑنے لگے تھے' ناگواریت چہرے پر چھانے لگی تھی۔

گو وہ سر جھکائے بیٹھی تھی' مگر پھر بھی اس کا سرخ چہرہ اس بات کا غماز تھا کہ وہ کسی بھی پل رو دے گی اور چاہے کچھ بھی ہو سامنے بیٹھی ہستی اسے بہت عزیز تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے آنسوؤں میں توارہا کا نام ہو' توارہا اس کے آنسوؤں کی وجہ بنے' یہی سوچ کر وہ خاموش ہوگیا اور دزدیدہ نظروں سے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

''ایم سو سوری اپیا' وہ میں......اور آپ لوگ۔'' کتنی ہی دیر تک ان کے درمیان خاموشی چھائی رہی جس کا پردہ امن نے آکر چاک کیا۔ ''السلام علیکم'' وہ انہیں دیکھ کر ایک پل کو ٹھٹکا۔

''کیسے ہو امن!'' اس کے سلام کا دونوں نے ہی سر ہلا کر جواب دیا تھا' تبھی ظعینہ نے قدرے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔

''جی ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟'' اس کے پوچھنے پر اس نے محض سر ہلا کر جواب دیا۔ ظعینہ نے ایک نظر انگلیاں چٹخاتی ہوئی اپیا کو دیکھا۔ اسے ازحد ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

''چلیں امن۔'' سر جھکائے جھکائے دھیرے سے استفسار کیا اور اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی توارہا جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلو ظعینہ۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔'' بنا ان کی جانب دیکھے ظعینہ کو مخاطب کیا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ظعینہ نے اپیا کی جانب دیکھا جو توارہا کو جاتا ہوا دیکھ کر پلکیں جھپک جھپک کر اپنے آنسو روکنے کی کوشش

کررہی تھیں۔

''اچھا اپیا' میں چلتی ہوں پھر ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ۔'' تاسف بھری نگاہ اس پر ڈال کر وہ بھی ارخ کے پیچھے چلی گئی۔اور وہ کتنی ہی دیر گم صم سی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

''آغا' کل سر یرمغان نے جو لیکچر دیا تھا وہ بھی تم نے نوٹ کرلیا تھا ناں؟'' لائبریری سے نکلتے ہوئے ظعینہ نے بیگ کندھے پر لٹکاتے ہوئے آغامینا سے استفسار کیا۔آغامینا اچھی طرح جانتی تھی اس کے بے نیازانہ انداز کے پیچھے وجہ تھی۔اسی لیے وہ دھیرے سے مسکرادی۔

''ڈونٹ وری' میں نے نوٹ کرلیا تھا۔اور تمہارے لیے نوٹس بھی بنادیے ہیں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں اب محترمہ کو یرمغان سر کا لیکچر اٹینڈ کرنے کی فرصت کہاں۔ اب تو خیر سے جنابہ خاصی ذمہ دار ہوگئی ہیں ناں۔''

''اوہو...... خیر ہو' خاصی فاسٹ جارہی ہو محترمہ۔ کیا بات ہے؟ امن کی فاختہ کو بولنا آرہا ہے۔'' تمسخرانہ لہجے میں حیرانگی کا عنصر نمایاں تھا۔

''جی ہاں' امن کی فاختہ کو آج کل کمپنی ہی ایسی میسر ہے۔ اثر تو ہوگا ہی ناں۔ وہ سنا تو ہوگا جیسا دیس ویسا بھیس۔بس اسی کی پریکٹس جاری ہے۔''

''آہا...... واہ' کیا بات ہے امن کی فاختہ۔'' اس نے سراہا۔

''بائی داوے کس کی ایسی کمپنی میسر آگئی ہے جس نے عقل کے ساتھ ساتھ زبان بھی دے دی۔ ورنہ مجھ جیسی لڑکی جو پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کردے' امن کی فاختہ پر کوئی اثر نہ ڈال سکی تو اب ایسا کون آگیا جس نے محترمہ کو زبان عطا کردی۔'' اس نے خاصے تمسخرانہ انداز میں استفسار کیا۔

''نہیں خیر کمپنی تو پرانی ہی ہے' مگر کمپنی کا ٹرینڈ بدل گیا ہے' جو خاصا اثر پذیر ہے۔'' آغامینا نے معنی خیزی سے کہا۔ظعینہ نے حیرت کی زیادتی سے آغامینا کو دیکھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہی ہو۔

''آئی ڈونٹ بلیو دس۔ تم آغامینا ہی ہوناں۔ واہ کیا بات ہے' داد دینی پڑے گی مجھے خود کو' بائی داوے یہ معجزا کب وقوع پذیر ہوا۔'' اپنے کالر اکڑاتے ہوئے اس نے خود کو داد دی۔

''بس کچھ دن پہلے ایک حسین واقعے کے بعد۔'' تبھی ظعینہ کا سیل بج اٹھا۔

''اوگاڈ! مرگئی۔'' سیل کی اسکرین پر موجود نام دیکھ کر اس نے ایک دم سر پر ہاتھ مارا۔

''کیا ہوا...... خیریت؟''

''ارخ کی کال ہے' آج پھر میں لیٹ ہوگئی اور یہ بھی صرف تمہاری وجہ سے' کتنی دفعہ کہا ہے مجھے لیٹ مت ہونے دیا کرو مگر نہیں' بہت ایڈیٹ ہو تم۔ ہمیشہ غلط وقت پر باتوں میں لگا دیتی ہو۔ ہوگئی ناں پھر سے لیٹ' اچھا میں چلتی ہوں۔ تم یاد سے کل یرمغان سر کے نوٹس لے آنا اوکے بائے۔'' حسب معمول بوکھلائے ہوئے تیزی سے اسے کہہ کر وہ برق رفتاری سے بھاگی۔ آغامینا اس کی بوکھلاہٹ پر دھیرے سے مسکرادی۔

''پاگل ہے لیکن بہت سویٹ بھی۔'' بہت پیار سے اس کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ مسکرارہی تھی' تبھی اس کا سیل فون بج اٹھا۔

''السلام علیکم! خیریت انکل' واٹ' اوگاڈ' کیا ہوا امی کو' میں' میں آرہی ہوں۔ جی جی آپ پلیز امی کا خیال رکھیے گا۔ میں' میں آتی ہوں۔'' کچھ دیر قبل والی مسکراہٹ ایک دم اڑن چھو ہوگئی تھی۔ سیل بیگ میں رکھتے ہوئے وہ تیزی سے تقریباً بھاگتے ہوئے راہداری سے گزر رہی تھی' پاؤں کہیں رکھ رہی تھی اور پڑ کہیں رہے تھے۔ وہ ایک دم بوکھلا سی گئی تھی اس کی سمجھ جیسے مفلوج سی ہوگئی تھی تبھی موڑ مڑتے ہوئے وہ کسی شخص سے بری طرح ٹکرا گئی۔

''او...... کیا بے ہودگی ہے یہ۔'' اس شخص نے ناگواری سے ٹکرانے والی کو دیکھا تھا۔ تیوری پر بل پڑ گئے تھے۔ اس طرح کے بظاہر اتفاقی تصادم اسے انتہائی زہر لگتے تھے۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے جان بوجھ کر ٹکرانے کی

کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے اس کے چہرے پر ناگوار سے تاثرات چھاگئے تھے۔ اور دوسری طرف آغا مینا اتنی پریشان تھی کہ اس کا بیگ اور بکس گریں سو گریں وہ خود بھی وہیں بیٹھ گئی۔

"ایکسکیوزمی محترمہ برائے مہربانی اب اٹھ جایئے مجھ سے امید مت رکھیے گا کہ میں اٹھاؤں گا۔" اس کی حالت پر غور کیے بنا وہ ناگواری سے گویا ہوا۔ مگر وہ اس کی جانب متوجہ کہاں تھی وہ کپکپاتے ہاتھوں سے بیگ سے گری ہوئی چیزیں اٹھانے لگی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرگئی تھیں۔ ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آرہی تھی۔ جو بھی ہاتھ لگ رہا تھا وہ بیگ میں ڈالتی جارہی تھی سب چیزیں سمیٹ کر اس نے بکس اٹھائیں اور بنا ارد گرد دیکھے تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ اس شخص نے خاصی حیرانگی سے اس عجوبے کو دیکھا اور آگے بڑھنے کے لیے قدم بڑھانے چاہے، تبھی چونک کر رک گیا......!

"امی کیسی ہیں انکل، وہ ٹھیک تو ہیں ناں؟" وہ کیسے ہوسپٹل پہنچی نہیں جانتی تھی، مگر ہوسپٹل پہنچتے ہی وہ انکل کے بتائے ہوئے روم کی جانب چلی آئی وہ باہر ہی کھڑے اس کے منتظر تھے۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے تیزی سے استفسار کیا۔

"ریلیکس بیٹا، ڈونٹ وری، شی از آل رائٹ۔"

"میں ان سے ملنا چاہتی ہوں انکل۔"

"شیور، کیوں نہیں۔" ان کے کہنے پر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر چلی آئی، وہ بیڈ پر دراز پلکیں موندے ہوئے تھیں۔ خاصی پژمردہ سی لگیں۔ انہیں یوں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ وہ کتنی ہی دیر تک انہیں دیکھتی رہی تب ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے دیکھ کر وہ آہستگی سے مسکرائیں تھیں۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں امی، میں تو گھبرا ہی گئی تھی۔ صبح تک تو آپ بالکل ٹھیک تھیں یہ اچانک کیا ہوا؟"

"ہوجاتا ہے مینا، کبھی کبھی، پریشان مت ہوا کرو بیٹا، تم تو ذرا ذرا سی بات پر گھبرا جاتی ہو۔ ایسے کیسے چلے گا، تمہیں مضبوط بننا ہے بیٹے، کل کو اگر مجھے کچھ ہوگیا تو تم......"

"امی پلیز...... ایسا مت بولا کریں، اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو، آپ کے سوا میرا ہے ہی کون؟" اس کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹکا تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔

"اللہ ہے ناں بیٹا، میرے ساتھ بھی تو وہی تھا ناں، اسی نے تو مجھے یہاں تک پہنچایا ہے، وہ تو ہر کسی کے ساتھ ہوتا ہے، کب کسی کو اکیلا چھوڑتا ہے، لیکن بیٹا زندگی تو اس کی امانت ہے اور امانت تو لوٹانی پڑتی ہے، اس سے انکار تو نہیں ناں؟" وہ اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے استفسار کرنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں امی، لیکن میں ایسا کچھ بھی نہیں سن سکتی، آپ پلیز ایسا کچھ بھی مت بولا کریں۔ ابھی تو میں نے آپ کو......" کچھ کہتے کہتے وہ یکلخت رک سی گئی۔ وہ بھی سمجھ کر ایک پل کو خاموش رہیں پھر گویا ہوئیں۔

"ہاں بیٹا، بس اسی ایک پل کا تو انتظار ہے، یہی دعا تو میں بھی مانگتی ہوں کہ بس ان لمحوں تک کے لیے خدا مجھے سانسیں دے دے۔ بس ان لمحوں تک یہ ڈور بندھی رہے پھر بھلے......" وہ بری طرح چونکی۔ آج پہلی بار ماں نے ایسا اظہار کیا تھا وہ حیران ہوئی مگر اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میں ہوں ناں ماں، وہ پل میں آپ کی زندگی میں لاؤں گی یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔ بس آپ زیادہ سوچا مت کیجیے، آپ بہت زیادہ سوچتی ہیں اور ٹینس ہوجاتی ہیں۔ تبھی تو آپ کی طبیعت بگڑ جاتی ہے، اپنا خیال رکھیے پلیز۔ میرے لیے اور...... اور ان کے لیے، رکھیں گی ناں؟" اس نے یقین چاہا۔ انہوں نے بھی نم آنکھوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلادیا۔

ارقام کا اس وقت کوفت کے مارے برا حال تھا۔ اتنا ڈھونڈنے کے باوجود وہ مطلوبہ چیز تک رسائی حاصل نہیں کرسکا تھا، اب تو اس کا دل چاہ رہا تھا دو حرف بھیجے اور

شاپ سے باہر نکل آئے۔

"ایکسکیوزمی۔" ابھی وہ یہاں سے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا جب ایک بہت ہی خوب صورت اور مانوس سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی' اس نے چونک کر ذرا سا چہرہ گھما کر آواز کی سمت نگاہ کی اور نگاہوں کے عین سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ کر اس کی کوفت منہ چھپا کر کہیں دور بھاگ گئی تھی اور ہونٹوں پہ ایک خوب صورت سی سمائل آن رکی تھی۔ اس کی سماعتیں مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہوچکی تھیں۔

"ایکچوئیلی مجھے ایئررنگز چاہئے' اچھے سے' پلیز ذرا جلدی دکھا دیجئے' بلکہ دکھا کیا دیجئے جو آپ کو اچھے لگیں وہی دے دیں۔ میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے پسند کرنے کا۔ آل ریڈی کافی لیٹ ہوچکی ہوں۔" اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے اس نے سیلز مین سے کہا اور اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ ارقام کے ساتھ ساتھ شاپ کیپر نے بھی خاصی حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"افوہ بھئی دیکھ کیا رہے ہیں' جلدی کریں' لیٹ ہورہی ہوں میں۔" شاپ کیپر کے ہنوز ایسے ہی کھڑے رہنے پر اس نے تیزی سے کہا تو وہ گڑبڑا کر آگے بڑھ گیا۔

"ایکسکیوزمی' کیا آپ ایسے ہی دوسروں کی پسند پر سب کچھ چھوڑ دیتی ہیں؟" اس نے غالباً کچھ روز قبل والی ملاقات کو نظر میں رکھا تھا اسی لیے طنزیہ انداز میں دریافت کیا۔ اس نے کسی قدر چونک کر خود سے مخاطب شخص کو دیکھا۔

"جی نہیں' دوسروں کی پسند تو کیا میں تو خود کی پسند پر بھی سو دفعہ تنقیدی نظر ڈالتی ہوں' یہ تو بے چارے شاپ کیپر کی قسمت اچھی ہے' ورنہ میں تو اچھے اچھوں کی سٹی گم کردیتی ہوں۔ یہ کیا چیز ہے۔"

"جی ہاں' مجھ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے کچھ چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ غالباً اس کی بڑبڑاہٹ اس کے کانوں تک نہیں پہنچ پائی تھی۔

"کچھ نہیں' بائی داوے کیا آپ میری ہیلپ کرسکتی ہیں؟" اس نے اپنی مشکل کا حل تلاش کرنے کے لیے اس کی خدمات حاصل کرنا چاہی۔

"جی نہیں' میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔" بلاتوقف جھٹ سے انکار کردیا' ارقام کو توقع نہیں تھی ایسے جواب کی۔ اسی لیے اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں اسے خاصی سبکی محسوس ہوئی تھی۔

"آئی تھنک آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لیے اس نے در پردہ کچھ یاد دلانا چاہا اس کی بات پر اس نے خاصی تمسخرانہ نظروں سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"کیوں...... آپ آسمان سے اترے ہوئے ہیں کیا؟" طنزیہ استفسار کیا۔

"کیا آپ آسمان سے اترے ہوؤں کو ہی پہچانتی ہیں۔" اب کے ساری مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے بھی طنز کیا لیکن مقابل طعینہ تھی۔

"جی نہیں' زمین زادوں کو بھی کبھی کبھی عزت بخش دیتی ہوں۔" بے نیازی اور سنجیدگی کا بہت خاص امتزاج تھا۔

"اور یہ کبھی کبھی کے اوقات کب زمین پر اترتے ہیں۔"

"جب میرا موڈ ہو۔" بے نیازی ہنوز قائم تھی۔

"اس کا مطلب ہے اس وقت زمین زادوں کی قسمت اچھی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا موڈ اچھا نہیں اور اگر آپ کا موڈ اچھا نہیں ہے تو کوئی بھی زمین زادہ آپ کے سامنے آجائے آپ اس کو پہچاننے سے انکاری ہوجائیں گی' رائٹ۔"

"یس یو آر رائٹ۔ اس وقت تو زمین زادوں کے علاوہ اگر کوئی آسمان سے بھی اتر کر آجائے تو اس کو پہچاننے کا بھی موڈ نہیں ہے میرا' او کے مسٹر ایکس وائے

زیڈ۔‘‘ اس نے خاصا چبا چبا کے کہا۔
’’کیوں...... ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونے کو دیر ہورہی ہے کیا؟‘‘
’’یہی سمجھ لیں۔ اینڈ بائی داوے آپ اسمارٹ بننے کی کوشش میں زیادہ ہی اوور اسمارٹ بن گئے ہیں۔ اپنی حد میں رہیے مجھے عزت اتارنے میں قطعاً ٹائم نہیں لگتا۔‘‘
’’مائنڈ اٹ! ایکسکیوزمی۔‘‘ ایئر رنگز پیک ہوچکے تھے اس نے پیمنٹ کی اور ایئر رنگز اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ ارقام جو خاصا کھسیانا سا ہو کر سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا فوراً اس کے پیچھے لپکا۔
’’ایکسکیوزمی، مس ظعینہ۔ ایک منٹ رکیے پلیز۔‘‘ ارقام کے پکارنے پر وہ ایک دم رکی اور پلٹ کر اس کی جانب دیکھا جو اس کے اچانک رک جانے پر بمشکل خود کو اس سے چند انچ کے فاصلے پر روک پایا تھا۔
’’اگر آپ زبردستی اپنی پہچان کروانا چاہتے ہیں تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، جس انسان کو میں ایک بار دیکھ لوں اسے کبھی بھولتی نہیں، اس معاملے میں میری یادداشت بہت اچھی ہے اور آپ کو تو قطعی نہیں بھول سکتی کیونکہ آپ کی وجہ سے میری دوست نے ایک ٹوٹلی اجنبی شخص کے سامنے میری انسلٹ کی تھی اس لیے زیادہ تردد کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں آپ کو پہچان چکی ہوں اور بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کے فرسٹ امپریشن کی طرح آپ کا سیکنڈ امپریشن بھی خاصا ایڈیٹ قسم کا ہے، جو مجھے کچھ خاص پسند نہیں آیا، او کے ہوگیا ناں، تھینکس۔ بائے۔‘‘ ایک ہی سانس میں اس کے اندر سے امنڈتے سوالوں کے جواب دے کر وہ یہ جا وہ جا۔ ارقام کتنی ہی دیر تک ہونق سا کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ تو اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ ارقام سراہے بنا نہ رہ سکا۔

⟡.........◉.........⟡

’’بہت ہی بے مروت بندی ہو۔‘‘ وہ کچن میں تاباں کے ساتھ کچھ اسپیشل بنانے کی کوشش کررہی تھی تب ہی بے پناہ معروفیت بھرے انداز میں تاباں نے اس پر کمنٹ پاس کیا۔ اسے حیرت قطعی نہیں ہوئی تھی۔
’’یہ کمنٹ آئی تھنک خاصا پرانا ہوچکا ہے اور پہلے بھی کافی دفعہ تم اسے مجھ پر پاس کرچکی ہو۔ کچھ نیا سوچو ناں ڈیئر۔‘‘
’’تم ایک نمبر کی ڈھیٹ بندی ہو۔‘‘ قدرے برا مناتے ہوئے وہ گویا ہوئی تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔
’’تھینکس فار دس کمنٹ، خیر تو ہے ناں، آج وقفے وقفے سے کمنٹس پاس کیے جارہے ہیں۔‘‘ اس نے کسی قدر مشکوک سے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔
’’تم پر کمنٹ پاس کرنے کے لیے کسی خاص وجہ کا ہونا قطعی ضروری نہیں، تم پر تو ہر دوسری بات پر اظہار رائے کیا جاسکتا ہے۔ آفٹر آل ہم سب نے کمپلیمنٹس کی بک تمہارے لیے ہی تو خریدی تھی۔‘‘ ٹماٹر کاٹتے ہوئے اس نے ایک پل کو رک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا، وہ اس کے انداز پر بے ساختہ ہنس پڑی۔ تاباں نے کسی قدر چونک کر اس کی سمت دیکھا، اس کا یوں کھلکھلا کر ہنسنا بہت اچھا لگا تھا۔
’’کتنے دنوں بعد تمہاری خوب صورت ہنسی سننے کو ملی ہے۔ ہنستی رہا کرو یار۔ کم از کم ہمیں یاد تو رہے محترمہ ہنستی کیسے ہیں۔‘‘ بہت پیار سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے مزاح بھرا انداز اپنایا تھا۔ اس نے ایک پل کو اپنے لب بھینچے، دوسرے ہی پل دھیرے سے مسکرادی، بولی کچھ نہیں۔
’’ہیلو گرلز۔‘‘ اسی پل زوہیب اور توارہا ایک ساتھ کچن میں داخل ہوئے تھے۔ توارہا کو دیکھ کر اس کے مسکراتے لب یکلخت سمٹ سے گئے۔ اسے اس وقت اس کے یہاں آنے کی قطعاً امید نہیں تھی۔ وہ حیران ہوئی تھی۔
’’تاباں یار چائے کا کیا پروگرام ہے۔‘‘ تب ہی زوہیب کی آواز پر وہ یکلخت چونکی۔
’’آپ چلیے میں لاتی ہوں۔‘‘
’’اوکے، تھینکس، چلیں توارہا۔‘‘

"ہاں چلو۔" ایک نظر اس کے جھکے سر پر ڈال کر وہ زوہیب سے پہلے ہی باہر نکل گیا۔ اس نے کن اکھیوں سے توارہا کو جاتے ہوئے دیکھا اور رخ موڑ گئی۔ تاباں نے چائے کے کپ ٹرے میں رکھے اور ٹرے اس کی جانب بڑھائی۔

"کیا مطلب؟" گڑبڑا کر اس کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب بھئی، چائے ہے اندر دے آؤ۔" اس نے قدرے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"افوہ جانتی ہوں یہ چائے ہے، لیکن تم مجھے کیوں دے رہی ہو؟ جاؤ نا جا کر دو اندر۔ زوہیب بھائی نے تمہیں کہا ہے مجھے نہیں۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے بے نیازی دکھانا چاہی۔

"جی ہاں، زوہیب بھائی نے مجھے ہی کہا ہے لیکن چونکہ مجھے کچھ کام ہے اس لیے تمہیں کہہ رہی ہوں۔ پلیز یار دے آؤ ناں۔" اب کے اس نے التجائیہ انداز اپنایا مگر وہ ہنوز خاموشی ہی کھڑی رہی۔

"کیا پرابلم ہے یار۔ پلیز دے آؤ ناں۔"

"آئم سوری تاباں۔ میں نہیں جاسکتی۔" تاباں کتنی ہی دیر اس پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔ اس کی نظروں کے انداز نے اسے جھنجلانے پر مجبور کردیا۔

"وہاں توارہا ہے تاباں!" کچھ سمجھانا چاہا۔

"تو...... اگر وہاں توارہا ہے تو کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے اس کا انداز ملاحظہ کیا۔

"تو کیا تاباں، کیا تم نہیں جانتی؟"

"جانتی ہوں، اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، لسن۔ اس رشتے سے ہٹ کر ایک اور رشتہ بھی ہے تمہارا اس کے ساتھ۔ تم ہمیشہ اسے نظر انداز نہیں کرسکتیں۔ یوں نظریں نہیں چرا سکتیں۔ سامنا تو ہو ہی جاتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تم کب تک یوں خود کو چھپاتی رہو گی، خود میں اعتماد پیدا کرو، وہ پہلے والا توارہا ہی ہے۔ اس میں کچھ بدلاؤ نہیں آیا۔"

"نہیں تاباں، وہ پہلے والا توارہا نہیں ہے، اگرچہ پہلے والا توارہا ہوتا تو مجھے قصوروار قطعی نہیں سمجھتا۔" اس کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اور وہ ایسا کیوں سمجھتا ہے، کبھی جاننے کی کوشش کی تم نے؟" اس نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"نہیں! اور نہ ہی جاننے کی خواہش ہے۔" انداز اٹل تھا۔

"اوکے مت جاؤ، لیکن یہ چائے تو دے آؤ، مجھے حقیقتاً کام ہے یار ورنہ تم سے قطعی نہ کہتی۔"

"سچ کہہ رہی ہو؟" اس نے شک بھری نظروں سے دیکھا۔

"واٹ، تم...... تم مجھے......" اس نے گہرے صدمے کی کیفیت میں اس کی سمت دیکھا۔ وہ مسکرادی۔

"اوکے، دو مجھے، میں دے آتی ہوں۔" اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر وہ زوہیب بھائی کے کمرے کی جانب چلی آئی۔ اتنے عرصے بعد کسی کا یوں سامنا ہونا تھا، کسی کے روبرو جانا پڑ رہا تھا محسوسات کچھ الگ قسم کے تھے۔ غالباً یہی وجہ اسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ ٹرے وہی چھوڑ کر واپس چلی جائے لیکن...... اس نے ہاتھ بڑھا کر آہستگی سے ناک کیا اور دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ توارہا کمرے میں بالکل اکیلا تھا۔ اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔ اسے لگا کہ آج وہ اس کے سوالوں کو نظر انداز نہیں کر پائے گی۔ دانستہ اسے نظر انداز کرنے کی وہ جتنی کوششیں کرتی رہی ہے آج وہ نہیں کر پائے گی۔ لب چباتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب چلی آئی اور بنا اسے مخاطب کیے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی۔ صوفے پر نیم دراز پلکیں موندھے توارہا ایک دم چونک کر سیدھا ہوا، تاباں کی بجائے اسے روبرو دیکھ کر اسے ازحد حیرت ہوئی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تمہاری وضاحتوں کا منتظر ہوں۔ تمہیں دانستہ اپنے روبرو لانا چاہتا ہوں۔ تم سے تمہارے رویے کی وضاحتیں، وجوہات جاننا چاہتا ہوں۔" چائے رکھ کر وہ خاموشی سے پلٹی، تبھی توارہا کی

آواز نے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو جکڑ لیا۔ وہ ایک پل کو رکی مگر پلٹی نہیں۔ دوسرے ہی پل اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیئے مگر توارہا ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی نازک کلائی اپنی گرفت میں لے لی اور ہلکا سا جھٹکا دیا' وہ پل میں اس کے مقابل آ گئی۔ اسے اس کے اس جارحانہ انداز کی قطعاً توقع نہیں تھی۔ کتنی ہی دیر ساکت بے یقین نظروں سے اس کے پتھریلے تاثرات سے مزین چہرے کو دیکھتی رہی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم یوں بے پروائی سے میری بات سن کر ہمیشہ نظر انداز کردو گی اور میں سڑک چھاپ عاشقوں کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے پھرتا رہوں گا۔ تم سے اپنے جذبوں کو فراموش کیے جانے کا سبب پوچھوں گا۔ تم سے وضاحتیں مانگوں گا۔ تم سے ان سوالوں کا جواب مانگوں گا جو تم آل ریڈی رد کر چکی ہو؟ نہیں مسز توارہا حسن بخاری ہرگز نہیں...... مجھے اب تم سے کچھ بھی جاننے کی خواہش نہیں ہے۔ تمہاری کسی بھی وضاحت کا منتظر نہیں ہوں میں کیونکہ دوسروں کے رحم و کرم پر رہنے والوں سے کوئی سروکار نہیں ہے مجھے۔ دوسروں کو اپنی لاٹھی سمجھ کر چلنے والوں کو میں قابل اعتنا نہیں جانتا' دوسروں کے غلط فیصلوں پر سر جھکانے والوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ سو اپنی اس خوش فہمی کو ذہن سے نکال دو۔" وہ جو اس کی آہنی گرفت سے شدید تکلیف کا شکار تھی' ایک دم ساکت ہوگئی' کتنی ہی دیر سے کلائی چھڑانے کی کوشش بھی دم توڑ چکی تھی۔ اپنی آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی لیے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھتی رہ گئی۔

توارہا نے چند پل اس کی آنکھوں میں رقم بے یقینی کو دیکھا اور جھٹکے سے اس کی کلائی کو چھوڑ دیا۔ وہ یکلخت لڑکھڑا سی گئی۔ اس کی آنکھوں میں جمع ہوتے گرم سیال کو دیکھ کر اس نے فوراً نظریں چرائیں تھیں ساتھ ہی رخ بھی موڑ لیا۔ کتنی ہی دیر وہ دھندلائی ہوئی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھتی رہی اور لب بھینچتے ہوئے بنا کچھ کہے تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔ توارہا نے شدید اذیت محسوس کرتے ہوئے اپنی پلکوں کو موندھ لیا تھا۔

"ایک سیکنڈ زادیار۔ اسٹاپ دا کار۔" ارقام کے ایک دم کہنے پر اس نے دفعتاً بریک لگایا۔

"کیا ہوا؟" زادیار نے قدرے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"وہ دیکھ امن کی فاختہ۔"

"واٹ!" اس نے چونک کر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور جو لڑکی اس کی نگاہوں کے سامنے کھڑی تھی' اس عجوبے کو وہ دو روز قبل دیکھ اور بھگت بھی چکا تھا۔

"یار یہ وہی ہے' تجھے بتایا تھا ناں کہ میری گاڑی کے ساتھ ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا اور اسی ایکسیڈنٹ نے مجھے امن کی فاختہ اور جنگ کا ڈنکا سے ملاقات کروائی تھی۔" اس نے کچھ یاد دلانا چاہا۔ زادیار بے زار سا اس کی اسٹوری سن رہا تھا۔

"تو...... تو نے گاڑی کیوں رکوائی؟"

"تو کیا یار' ایک جاننے والی لڑکی تنہا یہاں کھڑی ہے' کچھ پریشان بھی لگ رہی ہے۔ ایٹ لیسٹ ہمیں اس سے اس کی پریشانی کی وجہ تو پوچھنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے اسے لفٹ کی ضرورت ہو یا پھر......"

"تو میں کیا کروں؟ اگر وہ پریشان ہے یا اسے لفٹ کی ضرورت ہے یہ اس کا پرابلم ہے' ہمیں اس سے کیا لینا دینا' ہم آل ریڈی لیٹ ہوچکے ہیں۔ اب تیری یہ فضول گوئی مزید لیٹ کروا رہی ہے۔" وہ بے زاری سے گویا ہوا۔

"یار مانا کہ تو لفظ ہمدردی کے معنی سے بھی ناآشنا ہے' تجھے کوئی سروکار نہیں کسی کی بے بسی یا پریشانی سے' خصوصاً لڑکیوں کی تو بالکل نہیں' لیکن یار اس نے میری مدد کی تھی۔ پلیز یار میری خاطر' گاڑی بیک کرنا پلیز۔" اب کے اس نے اس کے سپاٹ سے چہرے کو دیکھتے ہوئے مصنوعی

التجائیہ انداز اپنایا تھا۔ زادیار کو اس کی مسکین سی صورت دیکھ کر ہنسی آئی تھی۔ جسے اس نے منہ پھیر کر چھپا لیا تھا' جانتا تھا اگر اس نے دیکھ لیا تو مزید فری ہو جائے گا۔

"زادیار...... پلیز یار۔" اس کے دوبارہ کہنے پر اس نے کسی قدر کوفت سے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی بیک کی۔

"امن کی فاختہ!" اس کی آواز پر آغا مینا نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ وہ دروازہ کھول کر اس کی جانب چلا آیا جبکہ زادیار سامنے نگاہیں جمائے بے نیاز بیٹھا تھا۔ بےزاری تو جیسے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

"ارے آپ!"

"جی میں' یہاں کیوں کھڑی ہیں' اینی پرابلم؟"

"یونیورسٹی جا رہی ہوں۔ ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی لیکن کوئی آثار نہیں لگ رہے۔" ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔

"ٹیکسی نہیں آئی تو کیا ہوا' ہم بھی یونیورسٹی ہی جا رہے ہیں' چلو تمہیں بھی ڈراپ کر دیں گے۔" بے تکلفی سے گویا ہوا۔

"اٹس اوکے۔ میں ٹیکسی سے آ جاؤں گی۔ آپ جائیں تھینکس۔"

"ایک تو تم لیٹ ہو گئی ہو' دوسری بات ٹیکسی کے بھی کوئی آثار نہیں لگ رہے' تیسری بات' ہم یونیورسٹی جا رہے ہیں' چوتھی بات' تمہیں بھی وہیں جانا ہے' نمبر پانچ میں زیادہ اجنبی بھی نہیں ہوں' نمبر چھ مجھ پر اعتبار بھی کیا جا سکتا ہے۔ نمبر سات......"

"بس بس' جتنی دیر تک آپ کاؤنٹنگ کرتے رہیں گے' اتنی دیر میں میں یونیورسٹی پہنچ جاؤں گی اور خود پر اعتبار کرانے کے لیے زیادہ تردد نہ کریں' کیونکہ کسی پر بھروسہ بھلے نہ ہو' خود پر مجھے بہت بھروسہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کسی قدر جتا کر کہا۔ ارقام نے مصنوعی انداز میں جھینپتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور مسکرا دیا۔

"اوکے ڈیٹس گریٹ' تو پھر چلیں۔ خود پر بھروسہ رکھنے والی خاتون۔" اس نے مسکراتے ہوئے پر مزاح

انداز میں کہا۔

"یس شیور۔" اس نے مسکرا کر ہامی بھری اور قدم آگے بڑھا دیے۔ ارقام نے فوراً گاڑی کا پچھلا دروازہ وا کیا۔ بیٹھنے سے قبل اس نے چونک کر ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان سرد سے تاثرات لیے شخص کو دیکھا۔

"یہ زادیار ہے میرا دوست۔" اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے ارقام نے بتایا۔ دوسری جانب بے نیازی اور لاتعلقی ہنوز قائم تھی۔ آغا مینا نے بھی سر ہلاتے ہوئے کندھے اچکائے۔ اگر وہ بے زار بیٹھا تھا تو اس کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا اسے مخاطب کرنے کا۔

زادیار جو خاصا کوفت کا شکار ہو رہا تھا ان کے بیٹھتے ہی گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھائی۔ آغا مینا نے بہت چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اسی پل مرر میں پیچھے دیکھنے کی غرض سے اس کی اٹھی ہوئی نظریں اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے ٹکرا گئیں۔ دونوں نے ایک ساتھ نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

"سو مس آغا مینا' بائی داوے آغا مینا کا مطلب کیا ہے؟" ارقام سیٹ پر ذرا سا ترچھا ہو کر اس کی جانب متوجہ ہوا اچانک کچھ یاد آنے پر پوچھا۔

"آغا مینا کا مطلب ہے' خوش گلو' پیاری پیاری باتیں کرنے والی۔"

"رئیلی......" اس نے مصنوعی حیرت بھرے انداز میں بے یقینی سے استفسار کیا۔ اس کے انداز پر آغا مینا کے لبوں پر مسکراہٹ آن رکی تھی۔ زادیار نے سرسری سے انداز میں دیکھا اور پھر سے نظریں سامنے روڈ پر مرکوز کرلیں۔

"کیوں آپ کو یقین نہیں آیا؟" وہ مسکرائی۔

"نہیں اگر تم اتنا فورس کررہی ہو تو یقین تو کرنا ہی پڑے گا ناں۔" کندھے اچکاتے ہوئے جیسے مجبوراً کہا۔

"کیا...... آپ کو لگ رہا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" انتہائی بے تکلفی سے اس کے انداز میں مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔ زادیار کے چہرے پر ناگوار سے تاثرات ابھرے۔ محض ایک ہی ملاقات میں کسی اجنبی لڑکی سے اتنا فرینک ہوجانا اسے ایک آنکھ نہ بھایا۔ ایسی لڑکیوں سے وہ ہمیشہ خار کھاتا تھا' ابھی بھی اس کی ارقام کے ساتھ اتنی بے تکلفی اسے ازحد کوفت کا شکار کررہی تھی۔ تیوری پر بل پڑنے لگے تھے۔

"تو تم اس یونیورسٹی میں نئی ہو؟" زادیار ارقام کی آواز پر چونکا تھا۔

"جی نہیں' میں اس یونیورسٹی میں پہلے سے ہی ہوں۔ غالباً آپ نئے ہیں؟"

"اوئیس۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ نئی آپ نہیں نئے ہم ہیں' لیکن سنیئر تو ہم ہی ہیں ناں؟"

"تو...... میں نے کب انکار کیا؟" اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"تو اقرار بھی کب کیا؟ بائی داوے تمہاری دوست بھی اسی یونیورسٹی میں ہے نا؟" بہت عام سے انداز میں ایسے استفسار کیا جیسے اسے کوئی سروکار نہیں بس ایسے ہی بات کرنے کی غرض سے پوچھ رہا ہو' حالانکہ یقین چاہ رہا تھا۔

"جی ہاں' وہ بھی اسی یونیورسٹی میں ہے۔"

"تو آج نہیں آئی کیا؟" انداز ہنوز عام سا تھا۔

"وہ آج کل اکثر چھٹی پہ ہوتی ہیں۔ خاصی مصروف سی بندی ہے۔"

"نہریں کھودتی ہیں کیا؟" انداز استہزائیہ ہوا۔

"اسے تو ایسا ہی لگتا ہے اور آئی تھنک صحیح بھی لگتا ہے۔ اس کے لیے تو یہ نہریں کھودنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ بائی داوے آپ کو اس میں اتنا انٹرسٹ کیوں ہے؟ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ...... ایک سیکنڈ' ایک بات تو بتائیں' آپ کا اصل روپ کون سا ہے؟ یہ جو آج میرے سامنے ہے' یا وہ جو اس روز آپ ری ایکٹ کررہے تھے۔" اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے دریافت کیا۔ اس نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ زادیار ہنوز لب بھینچے سنجیدگی سے ڈرائیو کررہا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" ارقام نے مصنوعی سنجیدگی

سے استفسار کیا۔

"آئی تھنک آپ ایسے ہی ہیں۔"

"مطلب؟" استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مطلب، جس روپ میں، میں ابھی آپ کو دیکھ رہی ہوں آپ ایسے ہی ہیں۔"

"ریلیٹ۔" اس نے فٹ سے کہا۔

"تو پھر وہ کیا تھا؟" آج خلاف معمول آغا مینا بہت باتیں کر رہی تھی۔ ارقام کو بھی حیرانگی ہوئی مگر بنا کچھ کہے اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

"وہ بھی ہمارے موڈ کا ایک حصہ تھا۔" انداز خاصا شاہانہ تھا، کچھ یاد آنے پر وہ خوب صورت انداز میں مسکرایا۔ آغا مینا خاموش ہوگئی۔ ارقام نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔ یونیورسٹی کے قریب زادیار نے جھٹکے سے گاڑی کے بریک لگائے۔ ٹائر چرچرا کر رہ گئے۔ آغا مینا نے خاصی ناگواری سے اس کا انداز ملاحظہ کیا تھا۔ جبکہ وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

"تھینک یو...... تھینک یو سو مچ۔" گاڑی سے نکلتے ہوئے اس نے ارقام کا شکریہ ادا کیا۔

"کس لیے؟"

"مجھے لفٹ دینے کے لیے۔"

"لیکن میں نے تو تمہیں لفٹ نہیں دی۔ گاڑی زادیار کی ہے اصولاً تو شکریہ کا حق دار وہی ہے۔"

"ایکسکیوز می۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر فوراً آگے بڑھ گئی۔ زادیار نے نخوت بھرے انداز میں سر جھٹکا۔ پہلی ملاقات میں ہی وہ اسے ناپسندیدگی کی سند دے چکا تھا۔ دوسری ملاقات اس سے بڑھ کر ثابت ہوئی تھی۔
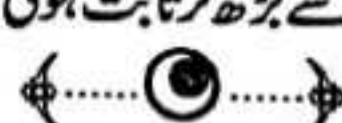
"پاپا نہیں آئے بریک فاسٹ کے لیے؟" جوس کا سپ لیتے ہوئے اس نے ناشتے میں مصروف توارہا سے سرسری سے انداز میں استفسار کیا۔

"نہیں۔" توارہا نے بے زار سے انداز میں آہستگی سے جواب دیا۔

"کیوں؟" طعینہ کے چہرے پر حیرت در آئی تھی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ ٹیبل پہ بریک فاسٹ کے لیے آئی ہو اور پاپا موجود نہ ہوں۔

"خاموشی سے بریک فاسٹ کرو۔ اگر خاموش نہیں رہ سکتیں تو خود جا کر دیکھ لو اور کے۔" توارہا کے لہجے اور انداز دونوں میں ایک دم ناگواریت گھل گئی تھی۔ اپنی بات کہہ کر وہ دوبارہ سے ناشتے میں مگن ہوگیا۔ وہ کتنے ہی پل اخ کے سرد و سپاٹ سے چہرے کو دیکھتی رہی۔ کیا کبھی ان دونوں میں موجود سرد جنگ ختم ہوگی؟ اس نے گہرے تاسف سے سوچا اور ملازمہ کو آواز دینے لگی۔

"زینب...... زینب۔" وہ اس کی آواز پر بھاگتی ہوئی قریب آئی۔

"پاپا ناشتے کے لیے نہیں آئے اور تم نے بھی انہیں بلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" غصے سے استفسار کیا۔ حالانکہ وہ کبھی غصہ نہیں کرتی تھی۔

"جی میں بلانے گئی تھی، لیکن ان کی طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے انہوں نے انکار کردیا۔"

"کیا...... ؟ پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور تم مجھے اب بتا رہی ہو۔ حد ہے بے پروائی کی بھی۔" وہ غصے اور فکر کے ملے جلے تاثرات لیے جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لیکن، میں نے توارہا صاحب کو بتایا تھا۔"

"کیا؟" اس نے ایک جھٹکے سے بے نیاز بیٹھے توارہا کی سمت دیکھا۔ اسے ازحد حیرت ہوئی اور بے پناہ دکھ بھی، یقین نہیں آیا کہ ہر کسی کی پروا کرنے والا آج اتنا بے حس ہوگیا تھا...... کیوں؟

(جاری ہے)